OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:2, Issue: 2, Jul -Dec 2021
DOI:10.51665/al-duhaa.002.02.0206, PP: 461-475

گلوبلائزیشن اور غیر مسلموں سے تعاون واستفادہ

Globalization and Corporation with Non- Muslims

Published: 31-12-2021
Accepted: 01-12-2021
Received: 25-08-2021

Mudsara Mahmood
Ph-D Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore
Email: asimmuddassrah@gmail.com

Dr. Asia Shabbir
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore
Email: asia.shabbir@lcwu.edu.pk

Abstract

Islam is not a religion for a specific time period or for a specific nation. Islam provides us solution to all crisis and restlessness in the current situation and this guidance comes from the Seerah of Prophet Muhammad (S.A.W). In twenty first century, Muslim world is going through a state of chaos and is far behind from the developed world in terms of science and technology. In this situation, Muslims have dual responsibilities. Firstly, control the tide by following the Universal Islamic principles. They should defend their cultural, social and religious interests. Secondly, find solutions to the current issues in the light of Seerah of Holy Prophet(S.A.W.) as He preached tolerance for all religions. And on the basis of this tolerance, he managed some contracts with Jews of Madina very wisely and drew benefits from Non-Muslims within the scope of Islamic teachings. The opportunities arising due to globalization provide the Muslim World a chance to use it to its benefit and this is only possible by cooperating with Non-Muslims. Islam does not refrain us from benefitting or seeking guidance from Non-Muslims but also lays down some limits and restrictions. The methodology of my research is analytical and deductive. In this way, it will highlight the importance of the vital point that there is a complete liberty in seeking benefit from globalization by maintaining what is admissible as admissible and inadmissible as inadmissible in Islam.

Keywords: *Seerah, globalization, Muslim, benefits, non- Muslim.*

CC BY

تمہید

اکیسویں صدی کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کی صدی کہا جائے تو کہنا بے جانہ ہوگا کہ انفارمیشن ، انٹرنیٹ اور جدید رسل و وسائل نے دنیا کو سکیڑ کر ایک عالمی بستی کی شکل میں محدود کر دیا ہے۔ اب دنیا کے ایک کونے میں ہونے والے واقعات پلک جھپکتے ہی دنیا کے ہر کونے میں پہنچ جاتے ہیں۔ ایک طرف مغرب کی مادی ترقی اور پوری دنیا پر قبضے کا خواب اور دوسری طرف مسلمانوں میں کئی صدیوں سے جاری جمود کی کیفیت ہے جو اسے معاشی اور اخلاقی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہونے دیتا ہے۔ مغربی فکر بظاہر اس بات کی عکاسی کرتی نظر آتی ہے کہ گلوبلائزیشن کا یہ عمل اس لیے بنی نوع کے حق میں ہے کے اس سے عالمی امن قائم کرنے میں مدد ملے گی اور انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ ، غربت میں کمی اور عالمی مساوات اور انصاف قائم کرنے میں بھی گلوبلائزیشن کا عمل معاون ثابت ہوگا۔ مغرب کی مادی ترقی اور گلوبلائزیشن کے نام پر رکھی جانے والی سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد جس نے پوری طرح سے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ وہاں مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشی کمزوری مزید بڑھتی چلی جاری ہے۔ گلوبلائزیشن کی یہ صورت حال مسلمانوں کو ترقی کی ایک نئی سوچ بھی مہیا کرتی ہے۔ ہر چیز اور سوچ کے جہاں منفی پہلو ہوتے ہیں وہاں مثبت اثرات بھی ہوتے ہیں۔ فیصلہ مسلمانوں کو کرنا ہے کہ وہ گلوبلائزیشن کے اس عمل کو غیر مسلموں اور مغربی قوتوں کا مسلمانوں کے خلاف ایجنڈا سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیں یا پھر اس سے پیدا شدہ مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بحالی اور دینی واجتماعی اہداف حاصل کرنے اس کا موثر استعمال کریں۔

گلوبلائزیشن کا مفہوم:

انگریزی میں گلوبلائزیشن ، اردو میں عالمگیریت اور عربی میں عولمہ ہے۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں یوں مفہوم بیان ہوا ہے کہ تمام دنیا کے لیے خدمات انجام دینا، گلوبلائزیشن کہلاتا ہے۔

Globalization is the fact of adapting products or services that are available all over the world .[1]

پروفیسر انتھونی:

"گلوبلائزیشن سے مراد یہ ہے کہ پوری دنیا میں ہونے معاشرتی تعلقات کی شدت کا نام ہے جو میلوں دور ہونے والے واقعات کو آپس میں اس طرح ملاتی ہے کہ جیسے وہ مقامی سطح پر واقع ہو رہے ہو"۔[2]

مارٹن البروز کے مطابق "گلوبلائزیشن ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے دنیا کے تمام افراد کو اس میں شامل ہوتے ہیں"۔[3]

گلوبلائزیشن سے مراد ہے کہ پوری دنیا کو بغیر سرحد کر دیا ہے۔)

ڈاکٹر اوہم کے مطابق : " Globalization means the onset of borderless world"[4]

عالمگیریت سے مراد سرحدی حدود سے بے نیاز دنیا ہے۔

گلوبلائزیشن کے ساتھ گلوبل ولیج کا لفظ بھی جڑا ہوا ہے عام طور پر اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ دنیا سمٹ کر کر ایک گاؤں یا شہر کی شکل اختیار کر گئی ہے ۔ اب انسانی وسائل وذرائع ، مفادات ، اور مقاصد صرف ایک خاص علاقہ یا خطہ یا ملک تک نہیں بلکہ سرمایہ دار اپنی دولت کی نمو کے لیے پوری دنیا کے وسائل کو اپنی مرضی کی پالیسوں کے تحت اپنی شرائط پر استعمال کر سکتے ہیں۔ ہمارے نفع و نقصان کا فیصلہ وہ لوگ کریں گے جن سے ہم کبھی ملے نہیں اور نہ ہی ہم ان کے اصل ارادے جانتے ہیں۔[5]

گلوبلائزیشن کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ گلوبلائزیشن ایک ایسا عمل جس میں سرمایہ، خدمات اور افرادی قوت ملکی اور قومی حدود کو پار کرلیں۔ نظریات، معاشرتی اقدار اور ذوق میں، سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی دھاروں میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہونے کا نام گلوبلائزیشن ہے۔[6]

اردو لغت میں متعلقہ الفاظ کی تشریح یوں کی گئی ہے۔

یہاں ذوق میں تبدیلی سے مراد لباس، رہن سہن، رویے اور کھانے پینے کی ترجیحات میں تبدیلی جبکہ اقدار میں تبدیلی سے مراد کارٹون، فلم، زبان، ویڈیو، موسیقی اور کھلونوں میں تبدیلی ہے۔ نظریات میں تبدیلی سے مراد سیکولرازم، مابعد جدیدیت اور مادیت کے تصورات کا عام ہو جانا ہے۔ عالمگیریت کا لفظ عالم سے مشتق ہے اردو زبان میں اس کے معنی ہیں: زمانہ، صورت، ڈھنگ، جبکہ عالمی کا مطلب ہے بین الاقوامی اور عالمگیریت کا معنی ہے دنیا میں پھیلا ہوا[7]

ڈاکٹر احمد مختار کہتے ہیں کہ گلوبلائزیشن سے مراد پوری دنیا کے انسانوں کی باہمی قریبی معلومات ہے۔

"معلومات عامہ، اثاثہ جات، سرمائے، ٹیکنالوجی، ثقافت اور خود انسان جو دنیا کے مختلف کونوں میں رہتے ہیں، کا اس طرح ہو جانا گویا وہ ایک ہی جگہ ہیں یا ایک چھوٹی سی بستی میں رہتے ہیں"[8]

عالمگیریت ایک ایسا ارتقائی عمل ہے جو دنیا کی معیشت، معاشرت، تکنیکی ترقی اور ثقافتی لحاظ سے ایک ہونے کی وجہ بنا ہے۔ جس نے قوموں اور ملکوں کی معاشی، ربط و تعامل کی حدود سے آزاد کرکے سرمایہ کے پھیلاؤ کو دنیا کے ہر کونے میں لے جانا آسان تر کر دیا ہے۔ بالفاظ دیگر شے کے حصول اور فروخت کو پوری دنیا میں یکساں مقبول اور آسان کر دیا ہے۔ جو پہلے انتہائی مشکل اور مہنگا تھا۔

یہاں اگر ہم ان تعریفات پر غور کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ گلوبلائزیشن کا عمل کوئی قدرتی عمل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جنس خود باخود عالمگیریت حاصل کر رہی ہے بلکہ اس کے پیچھے انسانی ہاتھ اور مقاصد بھی ہے اور ان سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ہے۔

گلوبلائزیشن اور مغرب کے اثرات:

مغرب کے نوآبادیاتی نظام نے نہ صرف ایشاء اور دنیا کے دیگر ممالک پر اپنا سیاسی اثر و رسوخ قائم کیا بلکہ وہاں کی اقوام پر اپنی تہذیب اور زبان بھی مسلط کی، درحقیت مغربی طاقتوں کا ہم جنگلی (جاہل اقوام) کو مہذب بنانے کی کوشش صرف دکھاوا تھا اور اصل مقاصد سے چشم پوشی کے سوا کچھ نہیں۔

مارکیٹ پر بیرونی اثرات:

گلوبلائزیشن نے عالمی اقتصادیات کو باہم مربوط کرکے رکھ دیا ہے چاہے وہ ٹیکنالوجی، معلومات، توانائی، سرمایے یا افرادی قوت سے متعلق معاملات ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ امریکہ میں اگر اقتصادی بحران آتا ہے تو پوری دنیا میں اس کا اثر محسوس کیا جاتا ہے نیز عالمی سطح پر سرمایے کے انخلا سے پوری دنیا میں معاشی صورتحال بدحالی کا شکار ہوتی ہے اور عالمی سطح پر غربت میں اضافہ دیکھا جاتا ہے۔

بھاری سرمایہ کاری عالمگیریت کا لازمی عنصر ہے، اس کا ایک مطلب بڑے برانڈ کا نہ صرف ملک بلکہ دوسرے بڑے اعظموں تک پھیلاؤ بھی ہے یہ کم لاگت اور زیادہ منافع کا ایک کھیل ہے بدقسمتی سے غریب ممالک خصوصا مسلم ممالک سے بھی

زیادہ ہوتا ہے جو ان کو نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر دوسری معیشتوں کو قابو کرنے معاون ثابت ہوتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس عمل میں اکثر کاروباری ادارے یا کمپنیاں اتنی مضبوط اور سرمایے کے لحاظ سے ان کی آمدن ملکوں کے سالانہ بجٹ سے بڑھ جاتی ہیں یہ اپنے سرمایے سے حکومتیں گرانے اور اپنی مرضی کی یکطرفہ پالیساں بنانے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔[9] اس وجہ سے عالمگیریت ترقی کے زبردست ذرائع تو مہیا کرتی ہے مگر سب کے لیے یکساں مواقع میسر نہیں بلکہ صرف طاقت کا زور ہے۔ اسکالرز کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ امریکا کی قیادت میں اقتصادی عالمگیریت کا آغاز 1944ء میں ہوا مگر ڈالر کو عالمی منڈی میں مرکزی حیثیت دلانے کے لیے ورلڈ بینک اور آئی۔ ایم۔ ایف کی ملی بھگت سے خود مختار ممالک کی اقتصادی پالیسوں پر عالمی اقتصادی استحکام کے نام پر مالی معاملات پر ان اداروں کی مدد سے اپنے کنٹرول میں کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے تاکہ ترقی پذیر ملکوں کی ترقی کو اپنے قابو میں رکھ کر ان کو اپنا محتاج رکھا جاسکے۔ اسی کی جدوجہد اور مسلسل منصوبہ بندی کی وجہ سے مغرب کا دنیا کے وسائل اور رسائل پر قبضہ سہل ہوا۔

گلوبلائزیشن اور تعلیم:

گلوبلائزیشن کے اس دور میں مغربی تعلیمی نصابات کے اثرات خاص کر نمایاں ہیں۔ تمام دنیا میں انگریزی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔ جس کی وجہ سے مغربی تہذیب کی چھاپ نمایاں ہے۔

تعلیم پر عالمگیریت کے اثرات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ تعلیم چاہے وہ روایتی ہو یا غیر روایتی اس کا مقصد فرد واحد کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنا ہے۔ غیر روایتی تعلیم ارد گرد کے حالات، اشخاص کے زیر اثر پروان چڑھتی ہے اور انسانی اقدار و رویے میں نکھار پیدا کرتی چلی جاتی ہے، جبکہ باضابطہ تعلیم ایک فرد کو مختلف مہارتوں پر عبور حاصل کرنے اور اس کی سوچ میں وسعت پیدا کرتی ہے تاکہ وہ معاشرہ میں اپنی بقاء کو یقینی بناسکے۔[10]

اگرچہ تعلیم کی یہ تعریف جوں کی توں موجود ہے مگر موجودہ وقت و حالات میں یہ سوال اٹھایا جائے کہ والدین اپنے بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیوں کرتے ہیں۔ تو عالمگیریت کے تناظر میں یہ تعریف کئی دھندلا سی جاتی ہے۔ آج کے مادی ترقی کے دور میں تعلیم نے ایسے پاسپورٹ کی شکل اختیار کرلی جو اچھی زندگی اور مادی ترقی کی ضمانت ہے۔

تعلیم سے مادی ترقی کا حصول کوئی قابل مذمت بات نہیں اور نہ ہی ایسا کرنے والوں کو قابل ستائش سمجھا جانا چاہے۔ ہاں مگر صرف مادی ترقی کے لیے تعلیم کا حصول انسان کو اپنے ارد گرد سے بے خبر اور اپنے معاشرے کی فلاح سے غافل کر دیتا ہے۔ وہ اقوام جن کے افراد تعلیم کا حصول صرف مقاصد کے لیے کرتے ہیں، وہ قومیں اکثر انتشار کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان میں اجتماعیت اور مادی مشترکہ لائحہ عمل کا فقدان پایا جاتا ہے۔

مغربی یا گلوبلائزیشن کے اس عالمی منظر نامے میں جہاں تعلیم میں مادی پہلو نمایاں ہوا ہے وہاں اس سے منسلک دیگر مسائل بھی سامنے آئیں ہیں۔ کئی ترقی یافتہ مغربی ممالک کی درسگاہیں نوآبادیاتی ذہنیت کے ساتھ اپنی درسگاہوں کی ذیلی شاخیں تعلیمی سوداگری کے ارادے سے قائم کرتی ہیں۔ یہ ترقی پذیر ممالک کے افراد کو یہ سہانے خواب دیکھاتی ہیں کہ ان کی مہیا کردہ ڈگریاں معاشرہ میں بہتر مادی ترقی کی ضمانت ہیں۔ اس ترقی کے وعدے کو لے کر وہ مقامی بھاری فیسوں کے عوض اپنی ڈگریاں جاری کرتی ہیں۔ اس سے تعلیم کے اخراجات میں ہوشربا اضافہ ہوگیا ہے نیز والدین کی زندگی کا واحد مقصد ان ڈگریوں کا حصول بن کر رہ گیا ہے۔ جبکہ غریب طلباء جن کے لیے ان ڈگریوں کا حصول ممکن نہیں وہ اپنے آپ کو محروم اور پسماندہ تصور

کرتے ہیں۔ اور اکثریت ایسے طبقے میں نفرت اور مجرمانہ سوچ جنم دیتی ہے جو معاشرے میں مزید انتشار کا باعث بنتی ہے۔

گلوبلائزیشن کی ایک اور کرم فرمائی انگریزی زبان و ادب کا فروغ ہے۔ انٹرنیٹ، موبائل فون کے سافٹ ویئر کیونکہ مغرب کے بنائے ہوئے ہیں وہ انگریزی زبان میں ہیں نیز ان ممالک کی یونیورسٹیاں بھی تعلیم کے لیے انگریزی زبان کو بنیاد کے طور پر استعمال کرتی ہے، کسی بھی شعبے سے متعلق تمام معلومات و کتب بھی انگریزی زبان میں ہیں اس لیے انگریزی زبان کو سیکھنا اور اس میں مہارت حاصل کرنا اتنا اہم ہے کہ ان ممالک کی جانب سے ان کے مرتب کردہ انگریزی زبان کے امتحانات اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے دینا لازمی شرط ہیں۔ اس سے نہ صرف انگریزی زبان سیکھنے والوں کی کثرت ہو گئی بلکہ ان ممالک میں ان کتب کے شائع کرنے والوں کی بھی چاندی ہو گئی ہے۔

انگریزی زبان کے فروغ سے ایشاء اور افریقہ کی کئی زبانیں محدود ہو گئی ہیں وہاں انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ مغربی ثقافت کا رنگ بھی ان ممالک کی ثقافت پر غالب ہوتا دیکھا جاسکتا ہے۔ لباس، ذوق اور زندگی کے بدلتے رویے اس بات کی غمازی ہے کہ مغربی عالمگیریت پر پھیلائے ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہے۔[11]

گلوبلائزیشن اور معاشی اور معاشرتی اثرات:

دنیا کے تمام ممالک میں مغربی دنیا کے معاشی و معاشرتی اثرات بہت زیادہ ہیں۔ تمام دنیا کی معاشی ترقی اور تنزلی کا انحصار مغربی رویہ پر ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس مغربی غلبے نے دنیا میں معاشرتی اور معاشی عدم استحکام کو بھی ہوا دی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کے 20٪ امیر لوگوں کے پاس دنیا کے کل اثاثوں کا 85٪ ہے اور ان میں سے اکثریت غیر مسلموں کی ہے جن کا تعلق مغربی ممالک سے ہے۔ اس وقت مسلم ممالک کی 13 کروڑ آبادی کی روزانہ کی آمدنی ایک ڈالر (دو سو روپے تقریبا) سے بھی کم ہے۔ مغربی عالمگیریت کی اس بڑھتی ہوئی غیر مساوی تقسیم ترقی پذیر ممالک میں بے چینی کو بڑھا رہی ہے وہاں مغرب (امریکہ) سے نفرت اور بدلے کی آگ کو بھی ہوا دے رہی ہے۔[12]

اقوام متحدہ اور عالمگیریت

عالمگیریت آزاد جمہوریت، اور مغربی کی پوری دنیا پر مکمل غلبہ کی خواہش سے اپنے وضع کردہ مقاصد کو لے کر دنیا بھر میں کار فرما ہے۔ عالمی نظم و نسق ایک بہتر اصطلاح ہے جو اس پیچیدہ نظام کے قوانین، ادارے اور بین الاقوامی سطح پر ان اداروں کے پھیلے ہوئے وسیع تر جال کو سمجھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوگی۔ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ عالمی نظم و نسق کے وہ بین الاقوامی قوانین جنہیں مختلف اقوام اور ثقافت سے تعلق رکھنے والے افراد اپناتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی اقوام متحدہ کا قیام ہے۔ اور یہی عالم قوانین آگے بڑھ کر اقوام متحدہ کی رکن اقوام کے درمیان معاہدات کی صورت اختیار کر لیتیں ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے کے ذیلی ادارے انٹر گورنمنٹ آرگنائزیشنز اور اس کے مزید ادارے جیسا کہ ماحولیات کا ادارہ، مہاجرین سے متعلق ہائے کمشن، عالمی عدالت انصاف، اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن اہم ادارے ہیں۔ یوں عالمگیریت اور اقوام متحدہ دنیا میں اقوام کے درمیان تنازعات کا جائزہ لینے، بنیادی معلومات کی فراہمی، اان تنازعات کا حل، مختلف پسماندہ ممالک میں سائنسی اور معاشی ترقیاتی کے امکانات کا جائزہ لینا اور اس سلسلے میں منصوبہ بندی اور امداد کی فراہمی یقینی بنانا شامل ہیں۔ اگرچہ یہ ادارے عالم نظم و نسق کے ادارے این۔ جی۔ اوز کے ساتھ مل کرتے ہیں مگر ان میں ان قوانین کے اطلاق کا کوئی واضح طریقہ کار نہیں ہے اور یہ مکمل طور پر ریاست کی مرضی پر انحصار کرتا ہے کہ وہ اس سے استفادہ کرتے ہیں یا نہیں۔ دوسرا طاقتور ملک کے خلاف موثر اقدامات میں

مسلسل ناکامی بھی دیکھی جا سکتی ہے۔[13]

اسلام اور گلوبلائزیشن

گلوبلائزیشن کا عربی میں عولمہ کہتے ہیں:

اسلام کا عالمگیریت کا بنیادی تصور یہ ہے کہ اسلام کے ماننے والے ایک امت ہیں چاہے وہ دنیا کے کسی علاقے میں رہتے ہو کوئی بھی زبان بولتے ہو کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہو وہ امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔ اپنے عقائد کی درستگی کے ساتھ عالمگیریت ایک مسلمان کو دیگر تہذیبوں اور نظریات کو سمجھنے اور لائحہ عمل میں تبدیلی لاتے ہوئے بدلتے ہوئے حالات میں موثر حکمت عملی سے آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

اگر اسلام کے پیغام پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام وہ واحد دین ہے جو عالمگیریت کا دعویٰ کرتا ہے، نبی کریم ﷺ تمام دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، یہ دعوت دنیا کے تمام انسانوں کے لیے بغیر افراط و تفریط ہے۔

"قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا "[14]

"آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔"

158:7

اگرچہ ہم اسلام کی عالمگیریت کے آغاز کا جائزہ لے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام تو دین ہی عالمگیریت کا ہے۔ حضرت آدم اللہ کے پہلے رسول اور پہلے انسان تھے۔ ہم سب آدم کی اولاد ہیں۔ قرآن میں انسان کے اس بنیادی عمل کو یوں بیان کیا ہے:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً"[15]

"اے لوگو ڈرو اس رب سے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اسی سے تمہارا جوڑا بنایا اور اسی سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائے۔"

یہی وجہ ہے کہ تہذیب اسلامی دوسری تہذیبوں کو برابری کا درجہ دیتی ہے اور ان کے ساتھ رواداری کا رویہ اپناتے ہوئے ان کو مل جل کر رہنے کی تلقین بھی کرتی ہے، اسلام کی دعوت کسی خاص قوم یا علاقے کی طرف نہ تھی اسی وجہ سے کسی بھی رنگ و نسل کا فرد اسلام میں داخل ہوتا وہ اسلامی معاشرے کا جز بن جاتا۔ اہل کتاب سے بھی مشترکہ امور پر اتفاق کی پیشکش کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ"[16]

"کہہ دیجیے کہ اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے"

استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدات

اسلام نظام حیات میں معاہدات کی بہت اہمیت ہے۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں سے کئی معاہدات کیے ان کا مقصد مل جل کر امن کی فضا کو فروغ دینا اور اسلام اور مسلمانوں کی فلاح اور اہداف کا حصول تھا۔ ان میں میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ نہایت اہم ہیں۔ نبی ﷺ نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے سال ہی جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا تاکہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب ایک دوسرے سے استفادہ

حاصل کرسکے۔اس معاہدے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے لیے ہوگا۔ ضرر اور گناہ کے کاموں میں نہ ہوگا۔جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر ہونگے۔[17]

اگر ان نکات پر غور کیا جائے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف معاہدات کو عالمی اور علاقائی سالمیت کے فروغ کے لیے ناگزیر جانتے ہوئے ان کی پاسداری کی تلقین کی بلکہ غیر مسلموں سے مسلمانوں کے اہداف کے حصول کے لیے خصوصی طور پر اور عام انسانوں کی بقاء اور خیر کے لیے عمومی طور پر اپنایا۔ نبی کریم ﷺ کی شخصیت کی اس دور اندیشی نے مسلمانوں کی بقا اور ترقی میں ایک رہنما اصول فراہم کیا۔

اس وقت اسلام نے خوب ترقی کی اور مدینہ سے نکل کر اسلامی ثقافت پوری دنیا کے لیے مشعل راہ بنی۔

قرآن و نبی ﷺ کی سیرت سے استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں نے بے پناہ ترقی کی، علم کو اپنا اڑھنا بچھونا بنایا اور نئے نئے علم و ہنر میں نہ صرف مہارت حاصل کی بلکہ پوری دنیا کو بھی جلا بخشی۔ مسلمانوں نے بغیر کسی ملال اور تفرقے کے تمام دیگر مذاہب سے استفادہ کیا، یہود و نصارا کو مترجم رکھا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسلام دوسرے مذاہب سے راہنمائی لیتا ہے بلکہ مسلمانوں نے اسلام کے عقائد پر عمل کرتے ہوئے جو بات اسلام سے مطابقت رکھتی تھی اسے اپنایا اور جو متصادم تھی اس رد کیا۔اسلام کی عالمگیریت کی اسی اساس نے اس دور کو مسلمانوں کا سنہرا دور بنادیا۔ پوری دنیا بغیر کسی ظلم و زیادتی کہ مسلمانوں کی خدمات کے میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی۔

اگر انسانی تاریخ کی کتب اٹھا کر دیکھی جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ مسلمانوں نے اسلام تلوار کے زور نہیں پھلایا باخلاف جو مغربی نقاد کی اسلام کے بارے میں عمومی رائے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو انڈونیشا، افریقہ، چین اور دیگر ایشائی ممالک میں اتنی بڑی تعداد میں مسلمان کیسے ہیں، ان ممالک میں تو کوئی جنگ وجدل نہیں بلکہ مسلمان تاجروں اعلیٰ کردار سے متاثر ہو کر وہاں کے باشندے اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے۔

اسلام عرب سی نکل کر جب دنیا کے دیگر خطوں میں پھیلا تو مسلمانوں نے غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا بلکہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو معاہدہ کے تحت شامل کیا اور ان کے حقوق کی پاسداری بھی کی یوں اسلامی فقہ کی نشو ونما ہوئی۔ اسلام زندگی کے تمام اہم پہلوپر باہم معاہدات کو اہمیت دیتا ہے اور اسی اساس پر فقہ اس نظام کو مزید استحکام فراہم کرتا ہے۔ جیسا کہ:

الاحکام الدولیۃ (بین الاقوامی تعلقات کے احکام)

ان احکام کا تعلق اسلامی ریاست کے دوسری ریاستوں کے ساتھ امن اور جنگ میں تعلقات کو ایک نظم کے تحت لانے اور غیر مسلم شہریوں کے مسلم حکومت کے ساتھ تعلقات قائم کرنے سے ہوتا ہے۔جہاد اور بین الاقوامی معاہدات بھی اس کے تحت آتے ہیں۔

الاحکام الاقصادیہ والمالیۃ (اقتصادی اور مالی معاملات کے احکام)

ان احکامات کا تعلق افراد کے مالی حقوق اور مالی ذمہ داریوں، مملکت کے مالی حقوق اور ذمہ داریوں اور ذرائع آمدنی اور

اخرجات کی تشکیل سے متعلق ہیں۔

الاخلاق والاداب (المحاسن والمساوی)

وہ امور جو انسان اور احترام، تعاون اور رحمدلی کے لیے موزوں ماحول فراہم کریں۔[18]

یہ وہ چند نکات ہیں جن کی مدد سے جب دین اور اخلاق باہمی معاملے کے ساتھ مل جائے تو افراد اور قوموں کی فلاح کا راستہ نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ انہی نکات کو اپناتے ہوئے اسلام نے پوری دنیا پر ایک ایسی عالمگیریت قائم کی جو کسی دوسری قوم کو نہ تو محکوم بناتی ہے اور نہ اسکا کسی قسم کا استحصال کرتی ہے۔ اسلامی فقہ میں انفرادی اور اجتماعی ہر صورت میں مفادات کو ترجیح دی گئی ہے۔ جب بھی انسانی معاشرہ میں دو قسم کے تعارض اور کشاکشی پیدا ہو جائے تو ان کو (یدفع اکبر الضررین بالاخف منھا) بڑے ضرر کو چھوٹے ضرر سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔[19]

بین الاقوامی کے بارے میں یہ مفروضہ درج بالا حقائق کی روشنی میں خود ہی دم توڑ جاتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے وضع کردہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف حلف الفصول کی پاسداری کی بلکہ اس کی اہمیت بھی بیان کی۔ اگر ہم اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر پر غور کرے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کے بنیادی نکات نبی کریم ﷺ کے خطبہ الوداع سے لیے گئے ہیں ۔اور اگر یہ اسلام کے زریں اصول غیر مسلموں اور عالمی اداروں نے اپنائے ہیں تو ان مین کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ اسلام کی عالمگیریت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اسلام بندے کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی میں پیروتا ہے۔ تمام انسانوں کو قوم، رنگ و نسل سے بالاتر ایک آدم کی اولاد سمجھتا ہے اور چند ہاتھوں میں انسانیت کو کھلونا بننے کی عالمی مساوات اور آزادی کے لیے آواز بلند کرتا ہے۔ اسلام انسانیت کے لیے مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے اور انسان کو پرکھنے کے تمام میعار اور اصول فراہم کرتے ہوئے نہ صرف اس کی اصلاح کرتا ہے بلکہ اس کو اچھے برے کی تمیز بھی دیتا ہے، اسلام زندگی کے تمام جز کا احاطہ کرتے ہوئے گزرتے ہوئے تمام حالات سے نبرآزمادہ ہونے کی تاکید کرتا ہے۔

تاکہ اسلام کے مکمل دین ہونے پر کوئی ابہام نہ پیدا ہو اور تمام بنی نوع اسے نفع حاصل کرے۔

اسلامی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور وہ ہی سب کا مالک اور خالق ہے۔ صرف اسی کا حکم نافذ ہو سکتا ہے۔

قرآن میں ہے:

"قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ"[20]

"فرمادیجے: (کافرو) بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ (عذاب) نہیں ہے جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلے کرتا ہے۔"

گلوبلائزیشن کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کی حالت زار بیان کرتے ہوئے اتنا کہنا ضروری ہے۔ اندرونی کمزوریاں، قدرے پسماندہ، الجھاؤ کا شکار، اندرونی دباؤ سے نبرآزمودہ اور آئے دن کے نئے مسائل جو بیرونی سازشوں کی وجہ پیدا کردہ ہیں یہ سب مل کر مسلمانوں کو ایک بحرانی کیفیت میں مبتلا کیے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مسلم دنیا کا وطیرہ بن گیا ہے کہ اپنی تمام ناکامیوں اور خرابی کی وجہ وہ بیرونی قوتوں اور سامراجی طاقتوں کو قرار دیتی ہے، بہر حال اس حالت کی جو بھی وجہ ہے، یہ سب مل کر مسلم دنیا

کو اندرونی طور پر کھوکھلا کر رہے ہیں۔اس کمزوری کے باعث بیرونی طاقتوں کا اثر مزید بڑھتا جارہا ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے وضاحت کی ہے کہ مغربی طاقتیں انسانی حقوق کی جب بات کرتی ہیں تو اس سے مراد ہر لحاظ سے تمام دنیا کو اپنے قابو میں کرنا ہے۔ان کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے۔

مغربی طاقتیں جو دنیا میں انسانی ترقی اور تمدن نمو اور پسماندہ اقوام کی اصلاح اور دنیا میں امن وامان کو اپنا نصب العین سمجھتی ہیں ، مگر در حقیقت وہ ان اقوام کی آزادی کو ختم کرکے اخلاقیات کا جنازہ نکال رہی ہیں ۔ جس طرح اسلام میں جہاد کا تصور مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے اسی طرح مغرب بھی تہذیب وتمدن کو صرف اپنی خوبی تصور کرتا ہے۔جہانگیریت کی بنیادی خوبی ہے کہ وہ ایک خاص قوم اور ملک کے افراد کی حکومت کا نام ہے۔

اسلام ان تعصّبات سے پاک ہے اور بلا تعصب سب کے لیے اپنے دروازے کھولتاہے۔اسے انسان کے رنگ ونسل اور وطنیت سے کچھ لینا دینا نہیں۔ عالمگیریت ایک قوم کی اپنی طاقت ، وسائل اور اقتدار میں بے پناہ اضافے کی خواہش ہے جو دوسرے اقوام کی دولت ہتھانے ان کو اپنا اقتصادی اور دیگر شعبوں میں محکوم بنانا ہے ان کے آئین کے مطابق " طاقت حق " ہے اور کمزور کو جینے کا حق نہیں۔اسلام طاقت کو ظلم کے لیے نہیں بلکہ ظلم کو ختم کرنے کے لیے استعمال کرنے کی تلقین کرتا ہے اور عدل و رواداری کو فروغ دینے کی دعوت دیتا ہے۔[21]

ایک طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش اور دوسری طرف مسلمانوں کی اپنی الگ شناخت برقرار رکھنے کی کوشش بھی مغرب کو مسلسل خوف میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ موجودہ عالمگیریت کی وجہ مغرب کا نوآبادیاتی نظام اور سامراجی ذہنیت ہے کیونکہ اس وقت روس کے خاتمے کے بعد مغرب کے پاس سرمایہ ، میڈیا اور ٹیکنالوجی جیسی طاقتیں اس کے در کی باندی ہیں۔

گلوبلائزیشن یا عالمگیریت کو اچھی طرح جانچنے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا کی مادی ترقی کی ایک تلخ حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ اسے کسی قوم کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔اگرچہ اس کے کچھ حقائق وخطرات دنیا کو نگلنے کے لیے تیار ہیں ،اس کے باوجود اسکی اہمیت کو نظر انداز کرنا دانشمندی نہیں۔

عالمگیریت صحیح معنی میں دنیا بھر میں ترقی کے غیر معمولی مواقع فراہم کرتی ہے اور کچھ ممالک نے اس سے پیدا شدہ مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بے پناہ ترقی کی، اس کی بنیاد پر بننے والی حکمت عملیوں کی وجہ سے مشرقی ایشاء میں گذشتہ کچھ دہائیوں میں واضح ترقی ہوئی اور معیار زندگی بلند ہوا، جمہوریت ، معاشیات اور اسکے ساتھ ساتھ ماحولیاتی مسائل اور کام کے معیار میں مثبت تبدیلیاں بھی مشاہدے میں آئیں ہیں۔

اگر اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیے تو ایک فرد کو جو کسی بھی قوم یا ملک سے تعلق رکھتا ہو اسے گلوبلائزیشن کا عمل بہتر زندگی گزارنے کے اچھے مواقع فراہم کرتا ہے ،وہ اپنے طرز زندگی کو آرام دہ بنانے کے لیے زیادہ بہتر انتخاب کرسکتا ہے، لیکن ماہر اقتصادیات کے نزدیک اس کی گہرائی میں کچھ پریشان کن حقائق بھی ہیں۔عالمگیریت زر کی غیر مساوی تقسیم اور غیر منصفانہ مسابقت کو جنم دیتی ہے، اس میں طاقتور کاروباری حلقے مزید مضبوط اور کمزور ممالک کی مسابقت کی صلاحیت میں مزید کمی واقع ہوتی ہیں۔یعنی دنیا کے ایک حصے میں غربت کی وجہ بھی ہے، غربت کی عمومی تعریف یوں ہے کہ ایک فرد جس کے پاس نہ ہی کوئی گھر، جائیداد، گاڑی ، روپیہ پیسہ اور نہ ہی کسی قسم کی جمع پونجی ہو تو وہ غریب ہے جبکہ امیر فرد کے پاس یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ کے مطابق اگر عالمگیریت کے اس وقت میں دنیا کے امیر ملک، افراد یا کاروباری ادارے اپنے اور دنیا کے مختلف ممالک سے

غربت کے خاتمے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ایسی دنیا کے لیے کوشش کرتے ہیں جہاں غربت اور بیماری سے بنی نوع انسان کو نہ صرف نجات دلائی جائے بلکہ اس سے اللہ کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے۔اور مارکیٹ میں مثبت رجحان فروغ پائے گا۔

مسلمان ممالک کی مجموعی بدحالی:

گلوبلائزیشن کی اس دوڑ میں مسلمانوں کی حالت زار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام مسلم ممالک کا مجموعی جی۔ڈی۔پی دنیا کے مجموعی جی ڈی۔پی کے چھ فیصد سے بھی کم ہے۔

دوسری جانب عالمگیریت مغربی ثقافت اور طرز زندگی کے فروغ کا باعث بھی بن رہی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے سے انگریزی زبان اور مغربی ثقافت کو عام اور قابل قبول بنانے کوئی کسر اٹھانہ رکھی گئی ہے ، خاندانی نظام کی تباہی، فحاشی ، بدعنوانی، بے راہروی اور منشیات جیسے مسائل کی وجہ بھی ہے۔ یہ مسائل مسلمانوں اور اسلامی معاشرے کے لیے تباہی کا باعث بن رہے ہیں اور اسلامی اقدار زبوحالی کا شکار ہیں۔ یہ ٹیکنالوجی ہماری زندگی کا لازمی حصہ بن گئی ہے ایک طرف مادی ترقی دوسری طرف انسان کو حقوق کے نام پر دی جانے والی مادر پدر آزادی سے انسانیت دم توڑ رہی ہے کیا انسان روحانی طور پر پیاسا انسان مادی ترقی کر کے ایک کامیاب اور مطمئن معاشرے کو فروغ دیے سکتا ہے ، اسلام انسان کو اس دوراہے پر اسکی راہنمائی کرتا ہے اور اسے دنیا کی لذتوں کو ترک کرنے کو نہیں کہتا مگر دوسروں کا استحصال کرنے سے بھی روکتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو ہر معاملے میں میانہ راوی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔

مسلمانوں میں جدید ٹیکنالوجی کا فقدان

اسلام ایسے تمام نظریات اور پالیسوں کی مخالفت کرتا ہے جو انسانی علم وسائنسی ترقی کی راہ میں روکاوٹ ہو۔

دوسری جانب اکثر مسلم ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہونے والے تحقیقی کام کی نہ صرف کمی ہے بلکہ اس کا معیار اور اس کام میں کی جانے والی سنجیدہ کوششوں کا بھی فقدان ہے جس کی وجہ سے ان ممالک سے بڑی تعداد میں ذہین طلباء اعلی تعلیم کے لیے مغربی ممالک کا رخ کرتی ہیں یہ ہجرت بہتر مادی مستقبل، غربت کے خاتمے، آنے والی نسلوں کی بہتری اور اپنی صلاحیتوں کی مناسب قدردانی کے لیے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ کیونکہ ان طلباء کی کثرت مذہبی لحاظ سے راسخ العقائد نہیں ہوتی اس لیے ان کی بڑی تعداد مغربی ثقافت سے متاثر ہو کر ان کی سوچ مغربی تہذیب کے زیر اثر آجاتی ہے، نتیجۃً ان میں اسلامی تشخص ماند پڑ جاتا ہے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی سے ان ممالک کے افراد کئی نئی سوچوں اور عمل کے نئے میدانوں سے روشناس ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کا ردعمل اور استفادہ و تعاون کے لیے حکمت عملی

مسلم امت کو بحیثیت امت گلوبلائزیشن کی موجودہ لہر میں دوسری اقوام کے مقابلے میں کئی خاص خطرات کا انفرادی سامنا ہے، جیساکہ ان کی نظریاتی سالمیت کو خطرہ لاحق ہے مسلم ممالک کے اندرونی معاملات میں عالمی طاقتوں کی بجا مداخلت ، اسلامی تشخص کو مسخ کرنے ، اسلامی ثقافت میں عمومی تبدیلی اور اس کو موجودہ دور میں فرسودہ اور دقیانوسی تصور کرنا ، مسلم ممالک کی اکثریت میں معاشی عدم استحکام اور اس کو مزید گہرا کرنا، کمزور اور ناقص طرز حکومت ، ٹیکنالوجی کی عدم دستیابی ، وسائل کو استعمال میں لانے کی راہ میں مہارتوں اور سرمایے کی عدم دستیابی بڑی صنعتوں اور جدید ٹیکنالوجی کا فقدان ، منفی پروپیگنڈہ جیساکہ میڈیا کے ذریعے اسلام سے بیزاری ،معاشرتی طور پر ان کے رہن سہن میں تبدیلی ،ماحولیاتی آلودگی ، اخلاقی

اقدار میں گراوٹ جس سے منشیات کے استعمال اور جرائم میں بے تحاشا اضافہ بھی شامل ہیں۔ سب سے بڑھ کر اسلامی اقدار کی سیکولرازم، مغربی جمہوریت، مغربیت اور لیبرازم کے مقابلے میں بقاء کی جنگ ہے۔ دراصل ان خطرات سے نبر آزمادہ ہونا ہی مسلمانوں کے دینی اور اجتماعی اہداف کا حصول ہے۔

عالمگیریت کے عمل کا آغاز جب ہوا اس وقت مسلم امہ کے عام وخاص اس کے مقاصد اور طریقہ کار لاعلم تھے۔ عام طور پر مسلمانوں دو رائے پائی جاتی ہے ایک یہ کہ ایسی صورتحال میں مسلمان خود کو وقت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیے، دوسرا خود کو مغرب کی اس عالمگیریت سے الگ کر لیے۔ اسے پہلے کہ گلوبلائزیشن کا یہ طوفان مسلمانوں کو بہا کر لے جائے۔ مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔ اگر مسلمانوں نے نہ لیا گلوبلائزیشن سے استفادہ نہ کیا تو ان کے ساتھ صعنتی انقلاب والے حالات دوبارہ دہرائے جائے گے۔ اور اس بار مسلم امہ کا سنھبلنا بہت مشکل ہے۔ اگر مسلمانوں نے فرار کی راہ اپنائی تو مسلمانوں کو نتیجتہ پیدا ہونے والی تنہائی اور ابدی ناکامی سے کوئی باہر نہیں نکال سکے گا۔ ظاہر ہے کہ ترک کسی مسئلے کا حل نہیں نیز مسلمانوں کے ادارے تنظیم وترتیب، ٹیکنالوجی کے استعمال وعبور، بنیادی مہارتوں اور خود مختاری کے لحاظ سے مسلمانوں مغربی ممالک سے کم از کم تیس چالیس سال پیچھے ہیں ایسی صورتحال میں گلوبلائزیشن سے کنارہ کشی کی صورت میں مسلمان نہ صرف ترقی کے اعتبار سے دیگر اقوام سے بہت پیچھے چلے جائے گے بلکہ ایک ایسی تباہی کو دعوت دیے گے جس سے نبر آزمادہ ہونا تقریبا ناممکن ہو، اس لیے مسلمانوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دانشمندانہ طریقے آگے بڑھنے کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیے۔ بحیثیت امت اپنے آپ کو پہچانے اور جانے کے ان کے موجودہ حالات میں کیا فرائض وذمہ داریاں ہیں، اگرچہ ہوا اور حالات ان کے موافق نہیں مگر یہی وقت ہے اس بات کی مکمل آگاہی اور جانچ پڑتال کا جو کچھ ان کے ساتھ اور ارد گرد ہو رہا ہے کہ اس میں ان کے حق میں کیا ہے اور مذہبی لحاظ سے انکے لیے کیا غلط ہے تاکہ عالمگیریت کے اہم رکن کے حیثیت سے وہ اس دور سے مثبت اور موثر طور پر استفادہ حاصل کر سکے۔ یہاں ایک اور امر سامنے آتا ہے کہ ترقی کے لحاظ سے پیچھے رہ جانے کے ساتھ ساتھ مسلمان غیر مسلموں کی ذہنی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکے وہ خود انحصاری کے لیے اقدامات کرنے کی بجائے ترقی کے ہر مرحلے پر ترقی یافتہ ممالک کی امداد و قرضوں کے منتظر رہتے ہیں، دنیا کے امیر ممالک ترقی پذیر مسلم ممالک کو سخت سودی شرائط یا این۔ جی۔ او کے ذریعے سے خاص مقاصد کے لیے امداد فراہم کرتی ہیں۔ اس قسم کی امداد مسلمانوں میں آگے بڑھنے کی لگن، اپنی انفرادی سوچ اور مسائل سے نکلنے کی صلاحیت کو مدفن کر دیتی ہے اور یوں ان ممالک کی غلامی اور جی حضوری کی روش پروان چڑھتی ہے۔

گلوبلائزیشن اور مسلمانوں کے حق میں استفادہ – ایک جائزہ

مسلم امہ کو عالمگیریت میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اور گلوبلائزیشن سے امت کے دینی اور اجتماعی اہداف کے حصول کے لیے جیساکہ گلوبل وارمنگ، آلودگی، اخلاقی اقدار کی بقاء، مساوات اور شدت پسندی جیسے مسائل کے حل کے لیے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان سب اہداف کے حصول کے لیے علم و تحقیق کے میدان میں سرگرم ہونے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو ہر بات سے بڑھ کر اپنے عقل و دانش کو نکھارنے اور منظم کرنے کی حاجت درکار ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیث پاک ہے: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔[22]

تعلیم ہی وہ راستہ ہے، جس سے مسلمان موجودہ صورتحال سے نبر آزمادہ ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کے ذریعے 12 کروڑ مسلمان ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ مختلف تہذیبوں کی ترقی کیلئے اور

خاص طور پر اسلام کے فروغ میں گلوبلائزیشن اپنا کردار بہت اچھی طرح ادا کر سکتی ہے۔ تہذیب و ثقافت جو خاص کر نظریاتی اور مذہبی بنیادوں پر قائم ہو اس کی ترویج اور توسیع کے لیے نہایت موزوں ہے۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر ڈالے تو مشاہدے میں یہ بات آتی ہے کہ ہر فرد کی زندگی کسی نہ کسی ثقافت کی غمازی کرتی ہے۔ اسکی وجہ چاہے عالمگیریت ہو یا اسلام کا نظریہ حیات۔ اسلامی نظریہ حیات کی خوبی یہ ہے جو س کا دیگر نظاموں میں فقدان ہے کہ ہر مسلمان امت کا حصہ ہے۔ امت کی اصطلاح عام طور پر مسلمان کمیونٹی کے لیے استعمال ہوتی ہے جو جذباتی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر ایک ہیں۔ یہ اتحاد ان مسلم ممالک کے مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد 90 کروڑ ہے اور ان 40 کروڑ مسلمانوں پر بھی جو باقی دنیا میں مقیم ہیں۔ اسلامی اقدار پر قائم ثقافت انسانی فلاح کے لیے بہترین انتخاب ہے۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ عالمگیریت کے موجودہ حالات میں ثقافت یا مذہب میں سے کس کو قبول کیا جائے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی اقدار کے خلاف کتنا ہی منفی پروپیگنڈا ہو جائے، مغربی میڈیا اگرچہ مسلمانوں مغربی ثقافت کو مقبول بنانے میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا ہے۔ اگر ماضی کے دریچوں میں جھانکا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی ثقافت کی ترجمانی نہیں کرتے تھے آج بھی ایسا ہی ہے مگر ان سب کے باوجود وہ مسلمان ہے اور مسلم امت کا حصہ ہیں۔ مغربی ثقافت ہو یا عالمگیریت اس عالمی بستی کے باشندہ ہونے کے ناطے سے اس بات کا ادراک بھی ضروری ہے کہ تمام معاشرے میں کچھ بنیادی مشترکہ اخلاقی اصول ہوتے ہیں جن پر معاشرے کی عملی اور اجتماعی زندگی رواں دواں ہوتی ہیں اس لیے دین اسلام تمام لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر سکتا ہے۔ اس قسم کے حقیقت پسندانہ رجحان سے عالمی امن کو فروغ ملے گا۔ وہ معاشرے زیادہ ترقی یافتہ ہے جن کی بنیاد اسلام کے بنیادی اصولوں، اخلاقیات اور اقدار پر ہے۔[23]

اسلام کی تمام اخلاقی اور معاشرتی اقدار قرآن وسنت پر مبنی ہے اس میں کسی قسم کا ابہام موجود نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان اقدار پر عالمگیریت کا نیا نقشہ استوار کرے تاکہ وہ مغربی عالمگیریت کے مقابلے میں ایک زیادہ قابل قبول مستحکم اور منصفانہ عالمگیریت کا تصور ہو جو دنیا کو ناانصافی اور غربت کے اندھیروں سے نکال کر آزادی اور باہمی احترام سے روشناس کرائیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی واحدنیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان (نماز، زکوۃ، صوم، حج) کا اہتمام بھی کریں، اس طرح سے اسلام ثقافتی عالمگیریت کی صورت اختیار کر لے گا، یوں اپنی کھوئی ہوئی اقدار کو بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ مغربی میڈیا کے اسلام کے خلاف بے لگام پروپیگنڈا کے باوجود مغربی ممالک کے غیر مسلم باشندوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ اسلام تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب ہے اس وجہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی جا رہی ہے کہ عالمگیریت کے اس وقت میں اسلام کو نہ صرف پذیرائی حاصل ہو رہی ہے بلکہ اسلامی ثقافت اور مسلمان ایک قوت بن کر عالمی افق پر نمودار ہو رہے ہیں۔[24]

سب سے بڑا محور اسلامی قانون کے بنیادی تصورات اور اساسی اصول ہیں۔ اگر دنیائے اسلام اس کشمکش سے گزر گئی تو خوش آئند مستقبل اور باوقار آزادی اور اقوام عالم میں قائدانہ اور معلمانہ کردار ان کا منتظر ہے۔ بصورت دیگر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کشمکش اور کتنی طویل اور کہاں جا کر ٹھرے گی۔[25]

تاریخ گواہ ہے دنیا میں دو طرح کے ممالک ہیں۔ ایک ترقی یافتہ ممالک ہیں جن کا دنیا کی معشیت، معاشرت، تہذیب وتمدن، سیاست، مذہب اور رویوں پر کنٹرول ہے۔ دوسرے وہ جو ابھی ترقی کر رہے ہیں، ان کی ترقی کا انحصار ترقی یافتہ ممالک پر ہے۔ ترقی یافتہ ممالک پر ہے۔ ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کو اتنی زیادہ امداد نہیں دیتے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں اور

نہ اتنی کم مقدار میں امداد کرتے ہیں کہ اس ملک کا دیوالیہ ہو جائے۔ گلوبلائزیشن کے دور میں ٹیکنالوجی نے خوب ترقی کر لی ہے۔ جبکہ ترقی مزید ممالک ابھی بھی روایتی طریقوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح کسی ملک میں زراعت ہے تو وہاں صعنت نہیں ہے، جہاں صعنتی ترقی ہے وہاں زراعت اور قدرتی وسائل کی کمی ہے۔ ایسی صورتحال میں تمام ممالک کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے یہی ضرورت اب گلوبلائزیشن کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے غیر مسلموں سے تعاون واستفادہ کیا جا سکتا ہے۔

نتائج البحث:

پچھلی تین دہائیوں کو اگر انفارمیشن ٹیکنالوجی کے انقلاب کا دور کہا جائے تو بجا نہیں ہوگا۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی میں ترقی سے دنیا سمٹ کر ایک عالمی بستی کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس عمل نے جہاں دنیا کے بے پناہ مواقع فراہم کیے ہیں وہاں امیر اور غریب میں معاشی عدم مساوات کو بھی بڑھا دیا ہے جس سے مغرب کے خلاف رد عمل بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ گلوبلائزیشن کا عمل بظاہر مغرب کی پوری دنیا میں اجارہ داری کے لیے وضع کردہ نظام محسوس ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف سامراجی قوتوں کی سازش محسوس ہوتی ہے۔ لیکن مسلمان ممالک کی اکثریت ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی میں پسماندہ ہیں لہٰذا مسلمانوں کو ترقی کے لیے ترقی یافتہ غیر مسلم ممالک سے تعاون واستفادے کی اشد ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ان مغربی ممالک میں رہائش پذیر ہے، اور مغربی معاشرے کے فلاحی ریاست سے برابری کی بنیاد پر استفادہ کر رہے ہیں جو در حقیقت اسلام کے ہی وضع کردہ ہیں۔ یہی مسلمان مغربی معاشرے میں اسلام کی عالمگیریت کو فروغ دینے کا بھی باعث بن رہے ہیں۔ عالمی امن کے فروغ میں سوشل میڈیا کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔

سفارشات وتجاویز:

اسلام مسلمانوں کو غیر مسلموں سے اپنے دینی اور اجتماعی اہداف کے حصول کے لیے استفادے سے نہیں روکتا ہے۔ کیونکہ عرف لوگوں کے مفادات کے بدل جانے یا ضرورت کی رعایت ولحاظ کرتے ہوئے ان میں زمانے کی ترقی وحالات کے تغیر کی وجہ شرعی حکم بدل دینا ضروری ہے تاکہ فوائد حاصل ہو اور فساد کو دور کیا جائے۔

1. تغیر احکام کے اصول کو مصالح مرسلہ کے زیادہ نزدیک کرتی ہے۔
2. اسلام آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے۔ یہ تمام تعصّبات سے بالاتر ہے۔
3. اسلام تمام دنیا کے لیے ہے اس فلسفے کو صحیح طور پر فقہ کی روشنی میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔
4. گلوبلائزیشن اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا صحیح استعمال مسلمانوں اور اسلام کے کے عروج کا ذریعہ بن سکتا ہے۔
5. گلوبلائزیشن سے پیدا ہونے مواقع سے مسلمان دنیا کی دیگر اقوام سے جڑ گئے ہیں اور بنیادی مسائل، آفات اور انسانی حقوق پر انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا ہے۔ جس سے وہ اپنا موقف گلوبلائزیشن استفادہ کرتے ہوئے دینی اور اجتماعی طور پر زیادہ موثر طریقے سے پیش کر سکتے ہیں اور اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] Oxford Dictionary p.647

[2] Anthony Gidden, The Consequence of Modernity, Cambridge : Policy Press1990, P:64

[3] Martin Albrow, Globalization, Knowledge and Society, London :Sage 1990, P: 8

[4] Kenichi Ohmae, The Borderless World: Power and Strategy in the Global Marketplace, London، Harper Collins 1992, P:14

[5] ڈاکٹر خالد علوی، عالمگیریت اور اسلام (شریعہ اکیڈمی اسلام آباد) ص:1

Dr. Khālid ʹAlwī, ʹAlamgīriyyat Awar Islām, (Nāshir: Sharia Academy Islamabad),P:1

[6] Chandra Muzaffar, Dominate Western Perception on Islam and Muslims, 1999, P:1, http//www.peg.org/

[7] فیروز سنز اردو لغت، فیروز سنز (پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور) 2007، ص:517

Fayrūz Sons Urdu Lughat, Fayrūz Sons, (Nāshir: Private Limited, Lahore, 2007ac), P:2007

[8] حمیدی، احمد مختار، معجم اللغۃ العربیہ المعاصرۃ، (عالم الکتب، بیروت) ج:2۔ص:157

Ḥamīdī, Aḥmad Mukhtār, Mu,jam al-Lughah al Arabiyyah al Muʹāṣirah, (Nāshir: ʹAlam al Kutub, Bayrūt), Vol:2 P:157

[9] InSong Kim, Helen V.Miler, Multinational Corporation and their influence Through Lobbying on Foreign Policy, 2019,P:24, https ://www.brooking .edu.

[10] Online Encyclopedia of Education

[11] Douglas Keller (2000) Globalization and New Social Movement, NewYork: USA: Routledge, PP: 299-321

[12] Md. Ferdouse Khan 1994, Quranic Principle of Education, Islamic Education Scientific and Culture Organization :ISESCO

[13] Margaret P. Karns et al ., International Organizations : The Politics and Processes of Global Governance (Lynne Rienner Publisher, 2015), 5

[14] الاعراف:158

Al Aʹrāf, Al Āyah: 158

[15] النساء:1

Al Nisā,, Al Āyah: 1

[16] آل عمران: 64

Āl ʹImrān, Al Āyah: 64

[17] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ العالمین، مرکز الحرمین الاسلامی، پاکستان، 2007ء، ج:1، ص:120

Qāḍī, Muḥmmad Sulaymān Salmān Manṣūr Pūrī, Raḥmatul ʹAlamīn, (Nāshir: Markaz al Ḥaramayn al Islāmī, Pakistan, 2007ac), Vol:1, P:120

[18] وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلیۃ، دار الاشاعت، کراچی، پاکستان: ص:46

Wahbah al Zuhaylī, Al Fiqh al Islāmī wa ,Adillatuh, (Nāshir: Dār al Ishā'at Karachi, Pakistan), P:46

[19] ایضًا

Ibid

[20] الانعام:57

Al An'ām, Al Āyah: 57

[21] سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور پاکستان، اشاعت پندرھویں 1996ء، ص:138

Sayyid Abū al A'lā Mawdūdī, Al Jihād Fī al Islām, (Nāshir: Idārah Tarjamān al Qurān, Lahore Pakistan, 1996ac), P:138

[22] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ (باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم) رقم:224

Ibn Mājah, Muḥmmad bin Yazīd, Sunan Ibn Mājah, Ḥadīth No: 224

[23] *United Nations Asia and Far East Institute, Islam, Globalization and Counter Terrorism. Resource unafei: or.ip /English/pdf/RS-No71/No71-00a11.pdf*

[24] *Jhon Esposito, Islam and Religious Pluralism (video) (2016)*

[25] ڈاکٹر محمود غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، پاکستان، 2009، ص:6-8

Dr. Maḥmūd Ghāzī, Islām Kā Qānūn Bayn al Mumālik, (Nāshir: Sharia Academy Islamabad, Pakistan, 2009ac), PP:6-8